ڈاکٹر تبسم کاشمیری بطور محقق

Dr. Tabassum Kashmiri as a Researcher

فرحت عباس* / ڈاکٹر محمد افضل حمید**

Abstract:

Research is an instrument to dig out reality and find out the hidden facts in any work of literature. Principles of investigation as enunciated by Tabasum Kamerish are land mark in the history of Urdu literature. The difficulties faced by research scholar and how to over-power them. Tabasum Kashmieri as an eminent scholar has two angles of his work, one to elucidate the principles and the other to dig out the realities and truth in a piece of literature.

Key words: Reality, Research, literature, Elucidate, Tabasum Kashmeri

کلیدی الفاظ: حقیقت، حقائق، تحقیق، تبسم کاشمیری، ادبی تصنیف، توضیح

انسان کے روبرو صد جلوہ ہو تو وہ تجسس کو جنم نہیں دیتا جبکہ پسِ دیوار موجودات کی تلاش انسان کی فطرت اولیٰ ہے۔ تلاشِ حق میں سرگرداں عالمِ استغراق میں بے خود ہو کر دریافت کا عمل جاری رہتا ہے ایسی صورت میں جمالِ ہم نشیناں نظروں کو خیرہ کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ انسان از ابتدائے آفرینش تلاشِ حقیقت میں بے چین رہتا ہے۔ انسان اسرارِ کائنات اور رموزِ مخلوقات کو بہر صورت جاننا چاہتا ہے۔ اس ضمن میں وہ موجوداتِ مکنون کی دریافت کے عمل کو مہمیز کرتا ہے۔ یہ کیفیت تمام شعبہ ہائے زندگی میں دانش وروں کو حقانیت کی تلاش پر مائل کرتا ہے۔ اردو وادب کی وسعتوں کا جائزہ لینے سے یہ امر اظہر من الشمس ہوتا ہے کہ کائنات

---

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد

لامحدود کا احاطہ کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہے۔ ادب خاطرِ مکنون اور مظاہر قدرت کی آمیزش یا آویزش سے وجود پاتا ہے اس لئے بالعموم اس کی دو تہیں ہوتی ہیں ایک تہہ ظاہری اور دوسری باطنی جب باطنی حقیقت کی دریافت کی کوشش کا عمل سرانجام پاتا ہے تو اسے تحقیق پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس طرح جب سے اُردو ادب موجود ہے اُس وقت سے تحقیق کی خواہش و کوشش موجود ہے۔ اُردو ادب کی تاریخ زیادہ قدیم نہیں اس لیے تحقیق کا میدان بھی قدامت کا آئینہ دار نہیں۔ لامحدود ادب میں پوشیدہ حقیقتوں کی تحقیق انسان کی تحقیق کا نقطہ آغاز بھی اور نقطہ انجام بھی ہے۔

آغاز و انجام کے باوجود اس کی وسعتوں کا احاطہ کرنا فہم و ادراک سے بالاتر ہے گویا تحقیق کسی دائرے میں مقید نہیں ہے۔

انسان نے تحقیق کے عمل کو مختلف شعبوں میں منقسم کر لیا ہے اور ہر ایک شعبہ ایک خاص موضوع کے گرد رقصاں ہے۔ شعر و ادب کے عنوانات اتنے ہی وسیع ہیں جتنے کائنات کے اسرار۔ تخلیق کار ان آثار تک رسائی کی جہد مسلسل کے نتیجہ میں تخلیق کو منصۂ شہود پر لاتا ہے تو محقق اس کے باطن میں موجود حقیقت کو تلاش کرتا ہے۔ بعض اوقات عظیم تخلیقات پر وقت کی گرد پڑ جانے سے یہ نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ ان کا وجود اس امر کا متقاضی ہوتا ہے کہ سیل گرد میں پوشیدہ عنوانات کی تلاش کر کے ان کی حقیقت آشکارا کی جائے۔ تحقیق کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ جب ثقتہ الادب اپنے دانش و ادراک کو بروئے کار لا کر شعر و ادب کا متلاشی ہوتا ہے تو وہ تحقیق کے عمل سے گزرتا ہے۔ دریافت کی منزل تک پہنچ کر سرخرو ہوتا ہے اور محقق کہلانے کا مستحق ہوتا ہے کسی شے کو ایسے ہی منظر عام پر لانا جیسی کہ فی الواقع ہے تحقیق کا منتہائے مقصود ہے، ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں کہ:

> "تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کا اثبات ہے۔ اصطلاحات یہ ایک ایسے طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔"(۱)

جب تلاش کا عمل شروع ہوتا ہے تو اس کے راستے میں کچھ رکاوٹیں مائل ہوتی ہے جو جستجو کے عمل کے پایہ تکمیل تک پہنچنے میں خارج ہوتی ہیں۔ ان رکاوٹوں کو دور کر کے اصل شکل تک رسائی تحقیق کا مقصود و مطلوب ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ جب تک حقیقی روپ سامنے نہ آئے تحقیق پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ پاتی، قاضی عبدالودود لکھتے ہیں کہ:

> "تحقیق کسی امر کو اس کی اصل شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے۔"(۲)

انسان اپنی فطرت میں عمل انکشاف کا متمنی رہتا ہے وہ مظاہر قدرت کو دیکھ کر بے اعتنائی سے گزرنے کا

عادی نہیں ہے بلکہ غور و فکر اس کی فطرت میں داخل ہونے کی وجہ سے وہ اس وقت تک متفکر رہتا ہے جب تک وہ کسی شے کی اصل کو نہ پالے۔ ظاہری صورت پر قانع ہونا اس کا شیوہ نہیں۔ یہ عمل جب شعر و ادب میں جاری و ساری ہوتا ہے تو وہ اس کی مخفی حالتوں کو منکشف کرنے کے عمل سے دوچار ہوتا ہے، ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں کہ:

> "جب کسی امر کی اصل شکل پوشیدہ یا مبہم ہو تو اس کی اصلی شکل کو دریافت کرنے کا نام عملِ تحقیق ہے۔"(۳)

کچھ موجودات معلوم اور کچھ نامعلوم کچھ مخفی اور کچھ عیاں ہوتے ہیں عدم سے وجود میں لانے کا عمل محقق کے دائرہ کار میں نہیں آتا تخلیقی تفکر تخلیقی عمل کی اساس ہے لیکن تخلیق کے وجود میں آجانے کے بعد یہ موجودات عالم کا جزو بن جاتی ہے ایسی صورت میں یہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ کیسی ہے؟ اس کے ظاہر میں کیا ہے؟ باطن میں کیا ہے؟ ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں جو حقیقت کی تلاش کا آغاز کرنے کی دعوت دیتے ہیں گویا ایک پوشیدہ صداقت کی دریافت کا عمل ہوتا ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ حقائق کی تلاش تحقیق کا مقصود ہے تو حقیقت کو جاننا ضروری ہوتا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حقیقت کو جاننے کے لیے کس اصول کو مدِ نظر رکھا جائے اُردو ادب میں حقیقتِ مدرکہ کی تلاش کے لیے کس اصول کی ضرورت ہے۔ حقیقتِ مدرکہ کی دریافت بادی النظر میں حقائق کی بازیافت قرار پاتی ہے لیکن یہ حتمی طور پر حقیقی نہیں ہوتی اس میں یہ قیامت وقوع پذیر ہوتی ہے کہ ہر محض جداگانہ نتائج کا حامل ہوتا ہے ہر محقق اپنے معیارِ تحقیق کو صائب قرار دیتا ہے، ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں کہ:

> "ان قباحتوں سے قطع نظر اکثر مدیروں کی تحقیقی ذوق سے محرومی عالمی کم مائیگی جدید اور سائنٹیفک اصولوں سے ناواقفیت اور روشن خیالی کا فقدان بھی ہے۔"(۴)

صداقت کی دریافت کے لئے اصولِ تحقیق کا جاننا اشد ضروری ہے اصولِ تحقیق کی اہمیت کو ڈاکٹر تبسم کا شمیری نے بخوبی سمجھا اس لیے تبسم کاشمیری کی بطور محقق دو سمتیں متعارف ہوئیں۔ ایک یہ کہ وہ تحقیق کے اصول وضع کرکے اور بیان کرتے ہیں دوسرا یہ کہ وہ بذاتِ خود بطور محقق دریافت صداقت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ فن تحقیق سنجیدہ اندازِ بیان کا متقاضی ہوتا ہے، پروفیسر محمد حسین لکھتے ہیں کہ:

> "اس کا حسن، قطعیت، ربط استدلال، ترتیب، مقدمات اور نتائج کی معقولیت اور توازن میں پوشیدہ ہوتا ہے۔"(۵)

مذکورہ بالا ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تبسم کاشمیری نے اصول تحقیق بیان کئے اور تحقیق کے اصول و قواعد کی نشاندہی کرتے ہوئے اربابِ دانش کو دعوتِ فکر دی ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ تحقیق کیا ہے؟ تحقیق کا

بنیادی نکتہ یہ ہے کہ عدم سے وجود میں کسی شے کو نہیں لایا جاتا بلکہ جو شے کائنات میں موجود ہے لیکن نظروں سے اوجھل اور فکر سے بعید ہے اسے دریافت کرنے کا عمل تحقیق کا نقطہ آغاز ہے۔ پاکستان میں تحقیقی عمل تو ہوا لیکن اصولِ تحقیق پر کوئی اہم کام نہیں ہوا۔ تبسم کاشمیری نے اس امر کو دل کی اتھاہ گہرائی سے محسوس کیا کہ محققین جو ادب میں دریافت کے عمل سے گزر رہے ہیں انہیں خاطر خواہ تحقیق کی بنیادی ضروریات سے آگہی ہو تا کہ وہ مقررہ اصول و قواعد کو پیشِ نظر رکھ کر تحقیق کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ پاکستان میں اصولِ تحقیق کے میدان میں فلسفی بہت کم ہیں اس لیے اعلیٰ درجہ کے پاکستانی محققین نے بھی اصول و فن تحقیق کی داغ بیل ڈالنے سے گریز کیا جس کے نتیجہ میں محققین نے بھارت میں قائم کردہ اصولِ تحقیق کو ہی بنیاد بنا کر تحقیق کے کام کو آگے بڑھایا۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری اس خلا سے بخوبی آگاہ تھے اس لیے تبسم کاشمیری نے اصولِ تحقیق کی دریافت کی۔ محقق کا بنیادی فریضہ تصور کرتے ہوئے ان گوشوں کی دریافت کی جو تحقیق کے لیے اصل الاصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تبسم کاشمیری کی تصنیف ادبی تحقیق کے اصول پوشیدہ ادب کو ظاہر کرنے کے قرینے سے آشنا کرنے کے لیے بنیادی اصولوں کی وضاحت کرتی ہے ان کا جائزہ لیتی ہے تجزیہ کرتی ہے اور اہمیت اجاگر کرتی ہے اس طرح یہ مایہ ناز تصنیف محققین کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتی ہے اس کتاب کی نمایاں اور اہم خوبی یہ ہے کہ تحقیقات کے تعلق سے ان اصولوں کو پرکھا گیا ہے جنہیں اہم محققین نے بنیاد کے طور پر اختیار کیا۔ تبسم کاشمیری تحقیق کے تجزیہ میں ڈوب جاتے ہیں اور سطح آب پر موجودات پر انحصار کرنے کے بجائے اس بحرِ بے کراں کی اتھاہ گہرائیوں کی تہہ میں مکنونات موجود بمثل دریا کے بے بہا کی جستجو کے قرینے سے آشنا ہو کر اہلِ علم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ تبسم کاشمیری نے تلاش و جستجو اور مطالعہ فکر کی جو طرح ڈالی وہ ادبی تحقیق کے مسائل کی نقاب کشائی کر کے اربابِ دانش کے فکر کو مہمیز کرتی ہے اس طرح وہ اصول از خود وضع شدہ صورت میں محقق کی رہنمائی کرتے ہیں ان اصولوں کو اختیار کر کے محقق حقیقتِ مدرکہ تک رسائی حاصل کر کے حقیقتِ حقیقی کا سفر کرنے کے لیے جادہ منزل کو دریافت کرنے کی اہلیت سے مالا مال ہو جاتا ہے تبسم کاشمیری نے اس بات کا بطور خاص خیال رکھا کہ خشک اور کھردرے عنوانات کو بھی دلچسپ اور عام فہم پیرائے میں بیان کیا جائے تا کہ محقق دقیق و عمیق وادیوں میں گم گشتہ آشیاں ہو کر راہ منزل سے بھٹک کر کسی دیگر منزل کا عازم نہ ہو جائے۔ ان اصولوں کی دریافت جو محقق کو بیگانہ منزل سے محفوظ کر کے جادہ حقیقت کا رہرو بنا کر حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کا درس دیتی ہے۔ اس طرح ان اصولوں کو اختیار کر کے بے لگام تحقیق سے احتراز کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے جن افکار و مسائل کی نشاندہی کی ان کا تجزیہ کر کے مظہریت کی اساس پر آگہی حاصل ہوتی ہے جو حقیقتِ مدرکہ پر قانع نہیں بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر حقیقتِ حقیقی

کو منکشف کرتی ہے اور تحقیق کی منزل تک رہنمائی کرتی ہے تحقیق کے بنیادی اصولوں کو اس طرح یکجا کیا گیا کہ قدم بہ قدم حقیقت تک رسائی بہ آسانی حاصل ہوتی ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"یہ کتاب جہاں ایک طرف طلبہ کی درسی ضروریات کو پورا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو گی وہیں فن تحقیق کے شائقین کے ذوق مطالعہ کی تسکین کا باعث بھی ہو گی۔"(۶)

ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے تحقیق کی روایت کو مدِ نظر رکھا اور ساتھ ہی معیارِ تحقیق بلند نہ ہونے کی وجوہات کا جائزہ بھی لیا جب کوئی محقق کسی موضوع پر تحقیق کرنا چاہتا ہے تو وہ کچھ مسائل سے دوچار ہوتا ہے ان مسائل کا حل نہ ہونے کی صورت میں معیارِ تحقیق قائم نہیں رہتا۔ معیارِ تحقیق کی پستی کے اسباب و علل کی نشاندہی اگرچہ ایک مشکل کام تھا لیکن تبسم کاشمیری نے اس کی جانب توجہ مبذول کرائی۔ڈاکٹر تبسم کاشمیری لکھتے ہیں کہ:

"سب سے پہلے تو یہ کہ اردو میں بنیادی اشاریئے نہیں بنائے گئے ہیں غالب اقبال اور چند دیگر شعرا کے علاوہ کچھ کام نہیں ہوا ہے شخصیات پر تو کچھ نہ کچھ موجود ہے مگر قدیم ادب کے بارے میں موضوعاتی اشاریے بے حد کم ہیں حتیٰ کہ جدید ادب پر بھی اس نوعیت کے اشاریئے نہیں ملتے۔"(۷)

اشاریہ کی کم یابی یا عدم موجودگی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی نشاندہی کر کے تحقیق کی راہ میں سنگین رکاوٹ کا حل تلاش کرنے کی ضرورت کا احساس دلوایا ہے اشاریہ کا فقدان تلاشِ حقیقت کے پیچیدہ کام کو مشکل تر بنا دیتا ہے۔ ہم عصر ادب کے موضوعاتی اشاریئے تحقیق کے لیے بنیاد فراہم کر سکتے ہیں۔ تبسم کاشمیری کے نزدیک یہ ایک مسئلہ ہے جس کے حل کی طرف توجہ مبذول کر کے تحقیق میں آسانیاں پیدا کی جا سکتی ہے ہیں۔ اہم پہلو جسے تبسم کاشمیری نے اجاگر کیا وہ تحقیق اور تنقید میں حدِ فاصل کو مسترد کرتا ہے۔ بادی النظر میں تحقیق اور تنقید کے میدان جداگانہ ہیں لیکن یہ ایک دوسرے میں اس طرح خلط ملط ہیں کہ ان میں حدِ فاصل قائم کرنا مشکل ہے۔ ایک اہم خیال جو تبسم کاشمیری کے اصولِ تحقیق کی اساس ہے کہ تنقید اور تحقیق کو جبراً جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے نزدیک تحقیق کی پہلی منزل حقائق و واقعات کی تلاش اور ان کی صحت کا تعین کرتا ہے۔ محقق کو اس سے آگے بڑھنا چاہیے اور حتمی رائے قائم کر کے نتائج بھی اخذ کرنے ضروری ہیں۔ تبسم کاشمیری افکار کو اجاگر کرتے ہیں ان مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں جو تحقیق کے راستے میں حائل ہیں۔ تبسم کاشمیری نے اصولِ تحقیق دریافت کر کے اُردو ادب کو نئی راہوں سے روشناس کرا کر حقیقت کی منزل کی خاطر سفر کرنے کے قرینے سے آشنا کیا۔ بطور محقق ان کی دوسری سمت وہ ہے جدھر رواں دواں ہو کر تبسم کاشمیری تخلیق میں موجود پوشیدہ حقائق کو آشکار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:

"تحقیق صداقت یا سچائی کی تلاش کا نام ہے اور اس صداقت تک محققین منطقی اور معروضی عمل سے پہنچتے ہیں۔"(۸)

ڈاکٹر تبسم کاشمیری تحقیق کو سچائی کی تلاش کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے تبسم کاشمیری نے غلام ہمدانی مصحفی کے فن کا جائزہ لیا اور نتائج اخذ کرتے ہوئے لکھا کہ:

"وہ شاعری کو الہامی عمل سمجھتے ہیں وہ خالص شاعری کے قائل ہیں اور خالص شاعری کا تصور ان کے نزدیک یہ ہے کہ شاعری کا فریضہ مسرت بہم پہنچاتا ہے۔"(۹)

تبسم کاشمیری نے اصولِ تحقیق کی دریافت کے عمل کو نہایت مایوس کُن تصور کیا ہے۔ اُردو میں اصولِ تحقیق سے متعلق مقالات گنے چنے ہیں جو اس بات کا مظہر ہیں کہ محققین تحقیق کے عمل میں اصولوں کی دریافت سے گریزاں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ کوئی مفکر تحقیق کے اصول وضع کرے اور دلائل کی بنیاد پر اصول کو ثابت کر کے یہ نتیجہ اخذ کرے کہ جو اصول اس نے وضع کیا وہ ہی فی الحقیقت اصولِ تحقیق ہے لیکن یہ حیرت کا مقام ہے کہ اُردو ادب میں اصولِ تحقیق قائم کرنے کے لیے کوئی قابلِ ذکر مفکر موجود نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اصول تو موجود ہیں ان کے وضع کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ بس اس قدر کافی ہے کہ وضع شدہ اصول کو دریافت کر کے محققین کو اس کے مطابق تحقیق کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ تبسم کاشمیری کے نزدیک دانش گاہوں میں تحقیق کی اہمیت تو مسلم ہے لیکن تحقیق کے اصول وضع کرنے اور دریافت کرنے پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے نزدیک تحقیقی کام ایک محدود دائرے میں سر انجام پاتا ہے۔ بالعموم تحقیق دو قسم کی دیکھنے میں آئی ہے پہلی یہ کہ کسی مصنف کی حیات و فن پر کام اور دوسری کسی متن کی تدوین کا کام۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری لکھتے ہیں کہ:

"اب تک اردو تحقیق اعداد و شمار کے گرد گھومتی رہی ہے۔ زندگی پر کئے جانے والے کام کا ڈھانچہ کچھ اس طرح بنایا جاتا ہے سنِ پیدائش، سنِ وفات، ریاست سے شاعر کس سن تک وابستہ رہا اور وظیفہ کی مقدار اور قصائد کی تعداد کتنی تھی۔"(۱۰)

مذکورہ بالا طرزِ تحقیق فی الواقع تحقیق نہیں ہے لیکن اکثر دانش گاہوں میں مذکورہ امور کی نشاندہی کو ہی تحقیق پر محمول کیا گیا۔ طالب علم مذکورہ بالا عنوانات کی کھوج لگانے میں اپنا قیمتی وقت صرف کرتا ہے اور اس کا ذہن فکری سطح تک پہنچنے کے بجائے انہی واقعات تک محدود رہتا ہے۔ تبسم کاشمیری کے نزدیک یہ طرزِ تحقیق حقیقی منزل نہیں ہے۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے تحقیقی موضوعات کی نوعیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا کہ ریسرچ

سکالر کا ذہنی افق وسیع تر تناظر کا غماز ہو اور مکنونات موجود کی دریافت کی صلاحیت سے مالا مال ہو تو حقیقت منکشف ہوتی ہے لیکن ہماری درسگاہوں میں تحقیق کے بنیادی فلسفہ کو مدِ نظر رکھنے کے بجائے کسی حیات و شاعری کو عنوان بنا کر اس کے تجزیہ پر قناعت کر لی جاتی ہے اور اسے کارِ نمایاں تصور کر کے اہم تحقیق کے رُتبہ پر فائز کر دیا جاتا ہے۔ تبسم کاشمیری اس قسم کی تحقیق کو تحقیق قرار دینے کے لیے آمادہ و تیار نظر نہیں آتے ہیں۔ اُردو تحقیق میں جو طریق رائج الوقت ہے اسے تبسم کاشمیری نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اسے ایک المیہ سے تعبیر کیا ہے۔ اعداد اور شمار کو جمع کرنے کو تحقیق سمجھ لینے کا یہ نقصان ہوا کہ محقق میں تفکر کا فقدان ہو گیا۔ اعداد و شمار کے ذخیرے کو تحقیق قرار دینے سے محقق کوئی فکری عناصر دریافت نہیں کرتا بلکہ وہ ایک محدود دائرے میں رہ کر فلسفیانہ تفکر سے عاری ہو جاتا ہے۔ فکر کی دریافت کے لیے مختلف علوم کو زیرِ مطالعہ لانا ضروری ہے۔ ایک اہم پہلو جسے ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے اجاگر کیا وہ تحقیق اور تنقید میں حدِ فاصل کو مسترد کرتا ہے۔ معروف محقق ڈاکٹر گیان چند کا یہ خیال کہ کوئی شخص بیک وقت اعلیٰ درجہ کا محقق اور نقاد نہیں ہو سکتا یہ ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے نزدیک صحت مند نہیں ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"میرے خیال میں تحقیق اور تنقید کو دو مختلف میدان سمجھنے کا سلسلہ بند کر دینا چاہیے۔"(۱۱)

بادی النظر میں تنقید اور تحقیق کے میدان جداگانہ ہیں۔ تنقید موجودات میں کھرے اور کھوٹے کی تمیز کا درس دیتی ہے جبکہ تحقیق مکنونات موجود کی نقاب کشائی کا فریضہ سرانجام دیتی ہے لیکن یہ دونوں عمل اس طرح خلط ملط ہیں کہ ان میں حدِ فاصل قائم کرنا مشکل ہے۔ اس لیے ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے نزدیک تحقیق اور تنقید کے انسلاک کو نہ مان کر جبراً منقسم کرنا دانش مندی نہیں ہے۔ تحقیق کو محدود معنی میں مقید کرنے کی بجائے اس کی بساط کو توسیع دی جانی ضروری ہے۔ اُردو محققین اس تقسیم کے اس لیے ذمہ دار گردانے جاتے ہیں کہ وہ مروجہ تحقیق کے مروجہ طریق کار سے وابستہ ہو کر اسے محدود کر دیتے ہیں۔ تحقیق کی پہلی منزل حقائق و واقعات کی تلاش اور ان کی صحت کا خیال ہے۔ یہ پہلی منزل ہی تحقیق کا مقصد تصور کر لی گئی ہے حالانکہ محقق کو اس منزل سے آگے بھی قدم بڑھا کر حقائق کو پیشِ نظر رکھ کر مدلل طرز اظہار اختیار کرنا ضروری ہے جس کے نتیجہ میں ذہن کے پردہ سیمیں پر منقش ہونے والے نقوش کو مدِ نظر رکھ کر حتمی رائے ظاہر کرنا بھی ضروری ہے۔ تحقیق کو پہلی منزل پر اختتام پذیر خیال کرنے سے تحقیق کا حقیقی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ گویا جب دوسری منزل کی طرف قدم بڑھایا جائے گا تو تنقید اور تحقیق میں انسلاک پیدا ہو جائے گا اس لیے تحقیق اور تنقید کو ایک دوسرے میں پیوست رہنے کے عمل کی نفی کرنا نامناسب ہے۔ ادب میں اعداد و شمار سے متعلق دریافت کا عمل اپنی اہمیت کا حامل ہے اور اعداد و شمار کی دریافت

یا تعین تحقیق کے دائرے میں ہے لیکن اعداد و شمار کی تحقیق فی الواقع تحقیق تصور کی جا سکتی ہے یا نہیں ایک علیحدہ سوال ہے لیکن یہ امر مسلم ہے کہ جدید علوم و فنون کے مطالعہ کی بنیاد پر تحقیق کرنے سے معیار بلند تر ہو جاتا ہے اور نکتہ دانی کا عمل کیا جا سکتا ہے جبکہ محقق اعداد و شمار پر قناعت کر کے تحقیق کے عمل کو مکمل قرار دینے سے کوئی فکر پیدا نہیں کر سکتا۔ اُردو تحقیق اس امر کی متقاضی ہے کہ اعداد و شمار کے گورکھ دھندے کو منزل سمجھ کر تحقیق کو ختم کرنا صائب نہیں ہے بلکہ تحقیق کے مستقبل کا انحصار فکر کو مہمیز کر کے استدلال کی بنیاد پر نتائج اخذ کرنے پر ہے۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے اپنی تصنیف "ادبی تحقیق کے اصول" میں پہلے باب میں اپنے افکار کو اجاگر کر کے ان مسائل کی نشاندہی کی جو تحقیق کے راستے میں حائل ہیں اور حل کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مذکورہ کتاب کے دوسرے باب کا عنوان تحقیقی مباحث ہے۔ تحقیق سے متعلق مختلف نظریات وقتاً فوقتاً پیش ہوتے رہے ہیں۔ تبسم کاشمیری نے ان نظریات کا تجزیہ کر کے تحقیق سے متعلق ایک اہم رائے قائم کی ہے۔

اس مقام پر ڈاکٹر تبسم کاشمیری تحقیق کے بارے میں اپنا موقف واضح کرتے ہیں اور تحقیق کو سچائی کی تلاش کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ اس سوال کا کہ صداقت کیونکر معلوم ہوتی ہے تبسم کاشمیری کے نزدیک واضح جواب ہے کہ منطقی استدلال کے ذریعہ حقیقت کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ تبسم کاشمیری کے اس موقف کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ منطقی استدلال حقیقت تک رسائی کا ذریعہ ہے لیکن اس سوال کا جواب نہیں دیا گیا کہ اگر منطقی استدلال حقیقت تک پہنچنے میں ممد و معاون ثابت نہ ہو تو ایسی صورت میں عقلی استدلال کو کیونکر بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ جبکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ منطقی استدلال عقلی استدلال پر منطبق ہونے کی صورت میں حقیقت کی غماز ہوتی ہے لیکن اگر منطقی استدلال عقلی استدلال سے ہم آہنگ نہ ہو تو ایسی صورت میں صداقت کس معیار پر جلوہ فگن ہو گی تاہم تبسم کاشمیری نے اس فلسفیانہ بحث سے گریز کرتے ہوئے معروضی اور منطقی عمل پر تحقیق کو کافی سمجھا ہے۔ اس مرحلہ پر یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ تبسم کاشمیری نے صداقت کی تلاش کو موضوع بنایا لیکن اس بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کی کہ صداقت سے کیا مراد لی گئی ہے۔ فلسفہ جدید میں حقیقت اور سچائی کے درمیان حدِ فاصل قائم ہے لیکن تحقیق کے باب میں ان کے درمیان مابہ الامتیاز کو زیرِ بحث لانے سے احتراز کیا گیا اور ایک واضح موقف کے تحت صداقت یا سچائی کی تلاش کو تحقیق قرار دیا گیا۔ بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تبسم کاشمیری فلسفیانہ مباحث میں الجھنے سے گریزاں ہیں اور منطقی عمل کے ذریعہ سچائی کی تلاش کو کافی سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے سچائی اور حقیقت کے پیچیدہ عمل کا تجزیہ کرنے کے بجائے تحقیق کے عملی و ادبی معنی پر انحصار کیا ہے۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری لکھتے ہیں کہ:

"تحقیق موجودہ مواد کو مرتب کرتی ہے، اس کا تجزیہ کرتی ہے، اس پر تنقید کرتی ہے اور پھر اس سے حاصل ہونے والے نتائج سے آگاہ کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی تہذیب کا یہ قافلہ تہذیبی ترقی کی وجہ سے ہی رواں دواں ہے۔ اس کی سب سے بڑی قوت تحقیق ہے اگر تحقیق نہ ہو تو ہر قسم کی ترقی ختم ہو جائے گی۔"(۱۲)

ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے موقف سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ تحقیق موجودات کی ترتیب کے عمل کا نام ہے، دوم یہ کہ وہ اس کا تجزیاتی مطالعہ کر کے اس پر تنقید کرتی ہے اس مرحلہ پر یہ عیاں ہوتا ہے کہ تبسم کاشمیری تحقیق کو تنقید سے جدا کرنے کے حامی نہیں ہے بلکہ تنقید کو تحقیق کا جزولاینفک قرار دیتے ہیں اور سوم یہ کہ تحقیق ایک لایعنی عمل نہیں بلکہ اس کے وسیلہ سے تہذیب کی ترقی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ تحقیق کی عدم موجودگی میں تہذیب کی ترقی عنقا ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ تحقیق ایک ایسا عمل دریافت ہے جو قدم بہ قدم آگے بڑھتا ہے اور ہر قدم ترقی کی راہیں متعین کر کے تہذیب کو منزل کی جانب رواں دواں کرتا ہے۔ یہ سفر ہی تہذیب کے لیے مثبت کردار ادا کرتا ہے۔ دراصل تبسم کاشمیری تحقیق کی نوعیت کے ساتھ ساتھ اس کی افادیت کا اظہار کرتے ہیں۔ بغور جائزہ لینے سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ تحقیق ایک دائرے میں مقید نہیں کیونکہ موجوداتِ عالم کائنات کا جزو ہیں اور کائنات لامحدود ہے، لامحدود کی تلاش کا عمل ایک دائرہ میں سمٹ کر رہنے سے جاری نہیں رہ سکتا جب تبسم کاشمیری تحقیق کو صداقت کی تلاش سے تعبیر کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کائنات کی صداقت کی دریافت بھی اس کے اختیار میں ہے۔ کائنات کی لامحدود وسعتوں میں پنہاں صداقتوں سے ادب کا گہرا تعلق ہے جب کوئی تخلیق کار کائنات کے رازہائے سربستہ کو منکشف کرنے کا داعی ہوتا ہے تو محقق اس کی صداقت کو پرکھنے کے عمل کو جاری و ساری کرتا ہے اس طرح تحقیق ایک ایسی قوت کے طور پر عیاں ہوتی ہے جس کی بدولت تلاش و جستجو ایک مسلسل عمل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ادب کی دنیا لامحدود ہونے کی وجہ سے مختلف لوگ مختلف زاویہ سے اس پر نگاہ ڈالتے ہیں جس کے نتیجہ میں تضادات کا وقوع پذیر ہونا عین فطرت ہے اب ان تضادات میں پوشیدہ امکانات میں ایک حقیقی امکان کا موجود ہونا لازم ہے۔ تحقیق ایک ایسی قوت یا صلاحیت ہے جو اس امکان کو دریافت کرتی ہے تلاش و جستجو کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے اور بدلتے ہوئے نظریات کے ساتھ ساتھ نئے نئے تجربات و مشاہدات منظر عام پر آتے ہیں اس طرح تحقیق اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ مخفی موجودات کی دریافت تحقیق کے دائرہ میں آتی ہے۔ تبسم کاشمیری کے خیال میں دریافت شدہ واقعات کو مرتب کرنا تحقیق نہیں بلکہ موجوداتِ مکنون کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔ اگر معلوم شدہ واقعات کو بار دیگر بیان کیا جائے تو یہ اعادہ غیر اہم ہے اس میں وقت، سرمایہ اور محنت

ضائع ہوتے ہیں ایسی صورت میں پوشیدہ راز افشاں نہیں ہوتا اور کوئی نئی بات سامنے نہیں آتی۔ باالفاظ دیگر تحقیق حقائق کی دریافت کا عمل ہے حقائق کی دریافت پر یہ عمل رُک نہیں جاتا بلکہ دریافت کردہ حقائق سے نئے تصورات اور نئی تعبیر سامنے لائے جاتے ہیں۔ تبسم کاشمیری نے تحقیق کے جو اصول بیان کئے ہیں ان میں پہلے ایک سوال کو بطور مقدمہ قائم کیا جائے گا پھر اس کے بارے میں مواد کی تلاش کی جائے گی۔ دریافت کے عمل کی تکمیل کے بعد مقدمہ کو ثابت کیا جائے گا۔ اس کاوش میں ایک مرحلہ جانچ پرکھ کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ پرکھ اور کھوٹے اور کھرے کی تمیز تنقید کا موضوع ہے۔

المختصر ڈاکٹر تبسم کاشمیری ایک ایسے محقق ہیں جو تحقیق کے ان بنیادی اصولوں سے نہ صرف آشنا ہیں جو تلاشِ حقیقت کے قرینے کی رہنمائی کرتے ہیں بلکہ ان اصولوں کو بروئے کار لا کر مکنوناتِ موجود کی دریافت کر کے منطقی استدلال کی اساس پر صحت مند نتائج مرتب کرتے ہیں اور تحقیق کے بنیادی مقصد کو حاصل کر کے ترقی کی راہوں کو روشن کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، تحقیق و تنقید، اردو میں اصول تنقید، جلد اول، مرتبہ: سلطانہ بخش، اسلام آباد: ورڈویژن پبلشرز، ۲۰۰۱ء، ص ۳۳

۲۔ عبدالودود، قاضی، اصول تحقیق، جلد دوم، اسلام آباد: ورڈویژن، پبلشرز، ۲۰۰۱ء، ص ۲۷

۳۔ گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۲ء، ص ۱۰

۴۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، اردو تحقیق صورت حال اور تقاضے، لاہور: القمر انٹر پرائز، ۲۰۱۴ء، ص ۲۶۹

۵۔ محمد حسین، پروفیسر، ادبی تحقیق کے بعض مسائل رہبر تحقیق، لکھنو: نامی پریس، ۱۹۷۴ء، ص ۱۵۱

۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، پیش لفظ ادبی تحقیق کے اصول، تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء، ص ۳

۷۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ادبی تحقیق کے اصول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء، ص ۸

۸۔ ایضاً، ص ۱۶

۹۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، مصحفی فن اور شخصیت، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی، غیر مطبوعہ پنجاب یونی ورسٹی، لائبریری، ۱۹۶۷ء، ص ۲۳۳

۱۰۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ادبی تحقیق کے اصول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء، ص ۸

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۹